دعا کی اہمیت

سمیع اللہ عثمانی

اور تمھارے پروردگار نے فرمایا کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ یقیناً جو لوگ غرور میں آ کر میری عبادت سے روگردانی کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (المومن)

دُعا ایک عظیم عبادت ہے۔ خالق کائنات اور مخلوق کے درمیان رابطے کے بہت سے ذرائع اور وسائل ہیں۔ جن میں سے ایک موثر ذریعہ دعا ہے۔ دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہوتی ہے اور ایک انسان اپنے آپ کو عافیت اور حفاظت کے ایک عظیم حصار میں محسوس کرتا ہے۔ دعا ایک عظیم روحانی عبادت ہے جس میں انسان اپنے مالک کی قوت کا اعتراف کرتا ہے۔ اسے مالک الملک اور احکم الحاکمین تسلیم کرتا ہے۔ اس اعتراف وتسلیم سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت' آدمی کے دل ودماغ پر نقش ہو جاتی ہے۔

دعا کے معنی عبادت' مدد' استعانت' سوال کرنا یا مانگنا' ندا' پکار' فریاد وآواز بلند کرنا' ثناء اور تعریف کے بھی ہیں۔ دعا ایک ایسا عمل ہے کہ جس کے نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ (جامع الترمذی)

دنیا کے اندر آپ کسی انسان سے سوال کریں تو وہ ناراض ہوتا ہے۔ جب کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے تو رب العالمین ناراض ہوتے ہیں اپنے بندہ پر۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تکبر' بے نیازی اور بے پروائی کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے سوال ترک کر دینا جائز نہیں۔ اور پھر کون ہے ہم میں سے جو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو۔ یقیناً ایسا کوئی نہیں چاہے گا۔

ایک اور حدیث میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شاگردوں کو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اللہ سے دعا کرے اور اس کی دعا قبول نہ ہو یا تو وہ دعا اس طرح قبول ہو جاتی ہے جیسے مانگی گئی ہو یا پھر مانگی جانے والی شے کی مثل کسی مصیبت کو اس سے دور کر دیا جاتا ہے۔ جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا۔ پس کہا ایک آدمی نے ان لوگوں میں سے پھر تو ہم بہت دعائیں کریں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے سوال سے بڑھ کر عطا فرمانے والا ہے۔'' (جامع الترمذی)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلمان کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔اس بات کی ہی وضاحت ہے۔ایک اور حدیث میں ہے:

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس کی دعا قبول نہ ہو۔یا پھر اس کی مانگی ہوئی چیز اسے عطا کر دیتے ہیں یا پھر اس سے اس کی مثل کسی برائی کو دور کر دیتے ہیں۔معاملہ یونہی چلتا رہتا ہے' جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا۔'' (جامع الترمذی)

یہ بات ہم اگر ذہن نشین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے عہد کر رکھا ہے کہ ہر دُعا کرنے والے کی دعا قبول کرے گا' اس شرط پر کہ آدمی قبول دعا کی شرائط کا لحاظ رکھے اور ایک بہت ہی اہم بات جو کہ میں سمجھتا ہوں وہ یہ کہ انسان کو مانگنے کا طریقہ آتا ہو۔اگر نہیں آتا تو ہمیں اُس فقیر کو دیکھنا چاہیے۔جو آپ سے ایک روپیہ کی خاطر کتنی منت' سماجت' عاجزی' انکساری کے ساتھ وہ آپ سے مانگتا ہے اور اُس وقت آپ کی جان چھوڑتا ہے کہ جب آپ اُس کو ایک روپیہ دے دیتے ہیں یا وہ بچہ جو یہ کہتا ہے روتے ہوئے کہ مجھے فلاں چیز چاہیے اور وہ روتا ہے اور جب آپ اُس کو روتا دیکھتے ہیں تو آپ فوراً اُس کو وہ چیز لے کر دے دیتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انسان کو وہ دیتا ہے جو وہ مانگے گا۔اگر کبھی اللہ تعالیٰ کسی حکمت کے پیش نظر اس کی مطلوبہ چیز کے باوجود نہ دینے کا ارادہ کرے گا تو پھر اس پر آنے والی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو' جو اس مطلوبہ شے کے مثل ہو' اس سے ہٹا دے گا۔یہ معاملہ یونہی رہتا ہے' یہاں تک کہ وہ کسی گناہ کی دعا نہیں کرتا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' دعا کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے پر ثواب حاصل ہوتا ہے۔دعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہوسکتا ہے مطلوبہ چیز انسان کے دعا کرنے ہی پر موقوف ہو۔چنانچہ دعا کرنے سے وہ چیز حاصل ہو جائے' اگر دعا نہ کی جاتی تو وہ چیز ہی حاصل نہ ہوتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اسباب اور اسباب سے حاصل ہونے والی چیزوں کا خالق ہے۔(فتح الباری)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور تمھارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔بے شک جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں' وہ ضرور بضرور ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' (المومن)

اس آیت پر غور کریں تو اللہ تعالیٰ اپنے حضور دعا کرنے اور سوال کرنے کی دعوت دی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے گریز کرتے ہیں' انہیں اپنی عبادت سے گریز کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''دعا ہی عبادت ہے۔اور پھر آپ نے مندرجہ بالا آیات تلاوت کی۔(جامع الترمذی)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''جب (اے نبی) تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں، تو ان کو بتا دو کہ میں قریب ہوں، مجھے کوئی پکارنے والا پکارتا ہے تو میں اُس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔'' (البقرہ)

دعا کے سلسلہ میں ہمارے اندر یہ بات بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ میں جو بھی دعا کرتا ہوں وہ قبول نہیں ہوتی اور ہم بہت زیادہ جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ جب کہ جلد بازی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بندے کی دعا مسلسل قبول ہوتی رہتی ہے۔ جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا اور جب تک وہ جلد بازی نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا جلد بازی سے کیا مراد ہے......؟ آپ نے فرمایا وہ کہتا ہے کہ میں نے بہت دعا مانگی ہے مجھے یقین نہیں کہ میری دعا قبول ہو۔ تب وہ تھک جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔'' (مسلم شریف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے یقین کو نہ چھوڑنے کی تلقین کی ہے کہ آدمی جب اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہو تو اُس کو یقین کے ساتھ دعا کرنی چاہیے کہ میں جو دُعا کر رہا ہوں، وہ اللہ تعالیٰ ضرور پوری کرے گا۔ کیوں کہ دعا کرتے ہوئے یہ خیال ذہن میں ضرور ہونا چاہیے کہ میں کس ذات سے مخاطب ہوں، وہ ذات جو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بات بس یقین اور محسوس کرنے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں ہونی چاہیے کہ لاپرواہی سے دعا نہیں کرنی چاہیے۔

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دعا کیا کرو کہ تمھیں دعا کی قبولیت کا یقین ہو جائے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بھولے ہوئے غافل دل کی دعا قبول نہیں کرتا'' (جامع الترمذی)

اس حدیث کی شاہد مسند احمد کی روایت بھی ہے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دل برتنوں کی مانند ہیں، بعض دلوں میں دوسرے دلوں کی نسبت یادداشت کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ تو اے لوگو! جب تم اللہ سے دعا کرو تو قبولیت کے یقین کے ساتھ کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل دل لیے بے پرواہی سے دعا کرتا ہے۔'' (مسند احمد)

انسان اپنی زندگی میں کبھی کبھی ایسے حالات سے یقیناً دوچار ہوتا ہے جب اس کے سارے دنیاوی سہارے ٹوٹ جاتے ہیں۔ امیدیں ختم ہو جاتی ہیں، ظاہری اسباب اور وسائل ناکام ہو جاتے ہیں۔ قریب ترین عزیز و اقارب پر اعتماد نہیں رہتا۔ حتیٰ کہ بھائی بھائی کے ساتھ بات نہیں کر سکتا، بیوی شوہر کے ساتھ اور اولاد اپنے والدین کے ساتھ کھل کر بات نہیں کر سکتے۔ گویا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی انسان تنہائی، بے بسی اور بے کسی محسوس کرتا ہے۔ تب انسان کے اندر سے ایک آواز اٹھتی ہے کہ ایک سہارا اب بھی موجود ہے۔ ایک دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ وہاں انسان اپنے دُکھ سکھ اور مصائب و آلام کی داستان ہر وقت بیان کر سکتا

ہے۔اس کیفیت کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر ان الفاظ میں کیا ہے:

''بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے' جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور زمین میں تمھیں خلافت عطا کرتا ہے (یہ کام کرنے والا) اللہ کے سوا کوئی اور بھی ہے۔'' (سورۃ نمل)

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اور اہل ایمان پر دعوت حق کے راستے میں بڑی بڑی کٹھن آزمائش اور صعوبتیں آئیں۔قوم کے لوگوں نے کسی کو قتل کرنا چاہا' کسی کو سنگسار کرنا چاہا' کسی کو جلاوطن کرنا چاہا' کسی کو قید کرنا چاہا' کسی کے ہاتھ کاٹنے چاہے' تب اہل ایمان نے ظالموں کے مقابلے میں اللہ سے مدد اور نصرت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ظالموں سے نجات دلائی۔

میں یہاں پر صرف ایک واقعہ تحریر کر رہا ہوں۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں مسلسل تیرہ سال تک مصائب و آلام سے بھرپور جدوجہد فرماتے رہے۔بالآخر اہل مکہ کے غیر انسانی اور ظالمانہ سلوک سے تنگ آ کر اس توقع کے ساتھ طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کے لوگ میری بات سننے پر آمادہ ہو جائیں۔لیکن وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو سنگدلانہ سلوک کیا گیا' اس سے آپ کو شدید صدمہ پہنچا۔آپ زخمی حالت میں طائف سے باہر قرن الثعالب کے مقام پر پہنچے۔تھوڑی دیر آرام فرمایا' حواس بحال ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ پھیلا کر یہ دردانگیز دعا مانگی:

''الٰہی اپنی قوت کی کمی' اپنی بے سروسامانی اور لوگوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں' تو ہی میرا مالک ہے۔آخر مجھے کس کے حوالے کرنے والا ہے۔کیا میں اس حریف بیگانہ کے جو مجھ سے ترش روئی روا رکھتا ہے' یا ایسے دشمن کے جو میرے معاملے پر قابو رکھتا ہے۔لیکن اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو پھر مجھے کچھ پرواہ نہیں۔بس تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسعت رکھتی ہے۔میں اس بات کے مقابلے میں کہ تیرا غضب مجھ پر پڑے یا تیرا عذاب مجھ پر آئے' تیرے ہی نور جمال کی پناہ طلب کرتا ہوں۔جس سے ساری تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور جس کے ذریعے دین و دنیا کے سارے معاملات سنور ہو جاتے ہیں' مجھے تو تیری رضامندی اور خوشنودی کی طلب ہے۔بجز تیرے کہیں سے کوئی قوت و طاقت نہیں مل سکتی۔'' (سیرت ابن ہشام' بحوالہ محسن انسانیت)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا عرش الٰہی سے پے در پے فتح و نصرت کی نوید لے کر آئی۔گھٹاٹوپ اندھیروں سے نور سحر کے آثار ہویدا ہونے لگے۔اس فانی دنیا کے اندر کوئی بھی انسان ایسا نہیں جو دعاؤں کا محتاج نہ ہو اور دعاؤں کی قبولیت کا خواہاں نہ ہو۔مگر دعا تو صرف اخلاص و تقویٰ' اکل حلال اور صدق مقال کے زینے پر چڑھتے ہوئے عرش الٰہی تک پہنچتی ہے۔اور قیامت تک مسلمانوں کے لیے تقرب الٰہی کا ایک معتبر اور مؤثر ذریعہ ہے۔یہ عمل جس سے خالق و مخلوق کے درمیان عبد و معبود کا وہ رشتہ استوار ہوتا ہے' جس کے بغیر زندگی کا دامن محرومیوں اور مایوسیوں سے بھرا رہتا ہے۔

☆......☆......☆